

تفسیر المسائل والا حکام

پروفیسر ڈاکٹر محمد شکیل اوج

صدر القاء نیشنل جامعہ اسلامیہ کورے ویل (کرست)

نشہ میں طلاق، جبری طلاق اور اکٹھی تین طلاقیں

سوال: اکٹھے بننے میں آتا ہے کہ کسی نے اپنی بیوی کو نشہ میں طلاق دے دی یا کسی نے من پوائنٹ پر طلاق دے دی یا کسی نے اکٹھی تین طلاقیں دے دیں کیا ان تمام صورتوں میں واقعی طلاق ہو جاتی ہے؟ (بشری طاہر، عزیز آباد، کراچی)

طلاق حلال چیزوں میں سب سے زیادہ مہفوض شے ہے۔ جسے اسلامی معاشرت میں پامال مجبوری قبول کیا گیا ہے یہ نکاح کے بندھن کو ختم کرنے کا اولین اور موثر ترین ذریعہ ہے۔ قرآن مجید نے اصلاً نکاح پر ہی زور دیا ہے۔ اور معاشرے کے بڑوں کو بھی یہی کہا ہے کہ وہ اپنے سے چھوٹوں اور زیر دستوں کا نکاح کرانے میں عملی دلچسپی لیں۔ مگر طلاق کے معاملہ پر، قرآنی تعلیم یہ ہے کہ شقاق (باہمی ناچاقی) کی صورت میں جو باہم طلاق پر متفق ہوتا ہے اولاً مرد و عورت کی طرف سے دونوں کا تقرر ہو، جو فریقین کے درمیان پیدا ہونے والے نزاع کا حل تلاش کریں۔ وان خلفتم شقاق بینہما فابعدوا احکما من اہلہ وحکما من اہلہا^۱ ان یؤدأ اصلاحاً یو طق اللہ بینہما ط (النساء: آیت ۳۵) اور جنہیں ان دونوں (میاں بیوی) کے مابین شقاق باہمی کا خوف ہو تو ایک شیخ مرد کے گھر والوں کی طرف سے اور ایک شیخ عورت کے گھر والوں کی طرف سے مقرر کر دو۔ اگر وہ دونوں مصالحت کا ارادہ رکھیں تو اللہ ان کے درمیان موافقت پیدا فرما دے گا۔ یہ مرحلہ اس لیے رکھا گیا ہے کہ شریعت کا اولین تقاضا عورت کو طلاق سے بچانا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ مرد کے ارادہ طلاق کو اس کے فیصلہ طلاق بننے میں کچھ وقت لگے۔ اور اس درمیانی مدت میں مرد اپنے ارادہ پر، اگر ممکن ہو تو نظر ثانی کر لے، تاکہ کسی عورت کا گھر برباد نہ ہو جائے پھر بچوں کی موجودگی میں اسکی ضرورت کئی گنا آپ ہی آپ بڑھ جاتی ہے۔ پھر طلاق کے بعد عدت کو رکھا گیا ہے۔ جسکی ایک حکمت یہ ہے کہ عورت اور مرد دونوں کو دوران عدت درجوع کا موقع مل سکے تاکہ وہ دونوں اس مدت میں اپنے اپنے رویوں پر نظر ثانی کر کے، اگر ضرورت داعی ہو تو اپنا گھر حسب سابق آباد کر سکیں۔ لامندی لعل اللہ یحدث بعد ذلک امراً (الطلاق: ۱) تو نہیں جانتا کہ شاید اللہ تعالیٰ اس کے (طلاق دینے کے) بعد (درجوع کی)

کوئی نئی صورت پیدا فرما دے۔

یہ وہ حقیقت ہے جو قرآن کے عمومی مطالعہ سے پراسانی سمجھ میں آسکتی ہے۔ طلاق کی عینگی باہم عورت پر، اسکے بچوں پر بلکہ پھر سے خاندان پر اپنے منفی اثرات مرتب کئے بغیر نہیں رہتی۔ اس لیے طلاق نہ صرف زندگی کا سب سے زیادہ حساس معاملہ ہے بلکہ نتائج کے اعتبار سے سنگین بھی ہے مگر حیرت ہے کہ اس کے باوجود طلاق یا طلاق ثلاثہ کی تنفیذ میں محبت پسندی کے مظاہرے اور وقوع کے قوائے آئے دن دیکھنے میں آتے رہتے ہیں۔ اس پر سوائے کلمہ فسوس ملنے کے اور کیا کیا جاسکتا ہے۔ طلاق نافذ کرنے میں اتنی دلچسپی، جلدی اور اصرار ہمارا تاریخی تہذیبی معاشرت کی ابتری اور قرآن سے دوری کی آئینہ دار ہے۔ یہ ابتری اور دوری کہیں تو ایک ساتھ تین طلاقیں کے وقوع کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے۔ کہیں سکران یعنی نشہ کی حالت میں، کہیں جبر و اکراہ کی کیفیت میں، وغیرہ الگ جبکہ یہ تمام صورتیں انارمل (Abnormal) صورتیں ہیں۔ اور قرآنی تعلیمات کے برعکس بھی اس لئے میں ان فقہاء اور علماء کے نقطہ نظر سے متفق ہوں جو ان کے عدم وقوع کے قائل ہیں۔ تفصیلی دلائل الگ مضامین میں ظاہر کئے جائیں گے۔ سہ دست اسی پر اکتفا کیجئے۔

تحقیقی ضرورت، سرقہ بازی، اور کاروباری منافع

سوال: میں نے ایک تفسیر کی کتاب میں پڑھا ہے کہ ”یہ کتاب کاپی رائٹ ایکٹ کے تحت رجسٹرڈ ہے، جسکا کوئی جملہ جیرو، لائن یا کسی قسم کے مواد کی نقل کرنا قانونی جرم ہے“ میں چونکہ بی ایچ ڈی کی طالبہ ہوں اس لیے جاننا چاہتی ہوں کہ کیا میں اب اس کتاب سے کوئی حوالہ نہیں دے سکتی۔ کیونکہ حوالہ کے لیے ہمارے بھی نقل کرنا پڑتی ہیں۔ نیز یہ بھی بتائیے کہ اس قسم کی پابندی لگانا، قانون مذہب کی رو سے درست بھی ہے یا نہیں؟ (راشدہ پروین، دیر سرج، اسکالر، جامعہ کراچی)

جواب: اس قسم کی تحریریں پڑھیں کس مقصد کے لئے لکھی جاتی ہیں۔ تفسیر کی کتاب میں اگر مولف نے خود دوسرے بیٹھار علماء تفسیر، ائمہ، ائقت و ادب فقہائے مذاہب، اور مؤلفین احادیث کے جملے، جیسے، لائیکس اور مختلف اقسام کے مواد کو بطور حوالے کے نقل کر رکھا ہو تو وہ کسی دوسرے کو اس امر کا پابند کیسے کر سکتا ہے کہ دوسرا یہ کام ہرگز نہ کرے، یہ تو وہی بات ہوئی سلم فتولون مالا تفلحون۔ تم وہ بات کیوں کہتے ہو، جو خود نہیں کرتے۔ کتاب چھاپنے کا مقصد فروغ علم و دانش ہوتا ہے اور کسی کتاب سے حوالہ کی نقل خواہ ایک جملہ کی ہو یا کئی صفحات کی (حسب ضرورت اور بطور ثبوت) کہیں پیش کرنی ہوتی ہے اور یہ عمل کسی تحقیق کار پر ہی کیا موقوف عام قاری کے لیے بھی بعض اوقات ضروری ہو جاتا ہے کہ وہ حوالہ میں متعلقہ مواد نقل یا پیش

کرے۔ ہمارے خیال میں اس طرح کی پابندی عائد کرنا، نہ صرف غیر ضروری ہے بلکہ قاری کو اس کے جائز حق سے روکتا بھی ہے یہ پابندی تحقیق کی راہ میں رکاوٹ ہے۔ اس سے عمل تحقیق متاثر ہوتا ہے۔

اگر یہ پابندی اس لیے عائد کی گئی ہے کہ کوئی قاری یا محقق مؤلف کے مملو، اور فقروں کو نقل کر کے اس پر تنقید نہ کر سکے تو یہ مؤلف کا خود پر عدم اعتماد ہے۔ ہاں اگر کوئی یہ لکھتا ہے کہ کتاب ہذا اسے قابل حوالہ مواد مصنف کے نام کے بغیر نقل کرنا قانوناً جرم ہے تو ایسی پابندی یقیناً قابل فہم ہے کیونکہ اس تحریر کا مفاد، لوگوں کو سرقہ بازی سے روکنا ہے، جو بحد ضروری ہے۔ کیونکہ اب سرقہ بازی کا پتھر بھی عام ہوتا جا رہا ہے۔ اسی طرح اگر کوئی مؤلف کی کتاب سے معتد بہ مواد خواہ وہ مؤلف کے نام سے ہی کیوں نہ ہو، کاروباری منافع کی غرض سے نقل کر کے چھاپتا ہے تو بے شک یہ بھی جرم ہے۔ اور ایسے مجرموں کے خلاف بھی قانونی کارروائی ضروری ہے۔

نامرد کی منکوحہ اور اس کی عدت

سوال: جو آدمی حق زوجیت کی ادائیگی کے قابل نہ ہو، پھر خلع کے ذریعے رشتہ ازدواج ختم ہو جائے تو کیا اس صورت میں بھی عورت کو عدت گزارنی پڑے گی۔

(مسعود احمد خان، شاہ فیصل کالونی، کراچی)

جواب: ہرگز نہیں، عدت کس بات کی؟ جب مجامعت نہیں ہوئی، عدت کیسی؟ عدت کی دو حکمتیں ہیں۔ جس میں سے ایک یہ ہے کہ اس کے ذریعے رحم کی حالت کا پتہ چلایا جاتا ہے کہ کہیں خلع یا مطلقہ حاملہ تو نہیں اور اس حقیقت کو جاننے کے لیے ”علیہ قرو“ یعنی تین حیض کی عدت رکھی گئی ہے۔ اور بصورت حاملہ یہی عدت وضع عمل تک مہر ہو جاتی ہے۔ مگر یہ سب اس وقت ہوتا ہے کہ جب مقاربت کا عمل وقوع پذیر ہوا ہو۔ اور یہاں ایسا کچھ نہیں ہوا۔ اور ہو بھی نہیں سکتا تھا کیونکہ مرد و عورت کی صلاحیت سے محروم تھا اس لیے اس علیہ کی پروا کوئی عدت نہیں کہ جسے مرد شمار میں لائے۔ قرآن کریم میں آتا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنَاتِ ثُمَّ طَلَقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمْسُوهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ

مِنْ عَدَّةٍ تَعْدُو لَهَا. (الاحزاب - ۴۹)

اے ایمان والو! جب تم مومن عورتوں سے نکاح کرو، پھر انہیں چھوٹنے سے قبل طلاق دے دو تو تمہارے لیے ان عورتوں پر کوئی عدت نہیں کہ جسے تم شمار کرو۔

یہاں ”تمسوهن“ کے الفاظ بظاہر محبت و مجامعت کے لیے بطور کنایہ استعمال ہوئے ہیں مگر

یہ کنایہ صراحت معنوی سے مالا مال ہے۔ اور یہ قرآن کریم کی خصوصیات میں سے ہے کہ وہ ڈھکے چھپے الفاظ میں، حقیقت نفس الامری کو دیسے ہی بیان کر دیتا ہے کہ جیسے کوئی صراحت ہو۔ ایسے موقعوں کے لیے یہ کنایہ بالکل بجا ہے الاشارة بالغ من العبارة. واضح رہے کہ مجامعت اور خلوت صحیحہ میں بڑا فرق ہے۔ قرآن کریم کے الفاظ یہاں مجامعت کے مفہوم پر منطبق ہوئے ہیں نہ کہ خلوت صحیحہ کے مفہوم پر جیسا کہ اکثر سمجھا گیا ہے۔ کیونکہ خلوت ہر حال میں محبت کو مستلزم نہیں ہوتی بلکہ محبت تو کجا فطرتاً چھوٹنے کو بھی مستلزم نہیں ہوتی۔ اس لیے قرآن نے تمسوهن کی قید لگائی ہے نہ کہ خلوت کی۔ اور یہ کہ کسی نامرد کے کیلئے تو خلوت صحیحہ کا ہزار بار وقوع بھی محبت و مجامعت کا قائم مقام نہیں بن سکتا۔ پھر ایسے میں اعتبارائے رحم کا کیا سوال کہ جسے جاننے کے لیے عدت کا مرحلہ درپیش ہو۔

ہمارے نزدیک اس طرح کے معاملات (Cases) کی روک تھام کے لیے قانون سازی کی ضرورت ہے میری رائے میں تو ایسے شوہروں کو کوئی نہ کوئی مرزا ضرور ملنی چاہیے کہ جو امر دانہ صلاحیت سے محرومی کے باوجود، کسی عورت سے شادی کر کے اسے خلع یا مطلقہ ہونے کی ذمہ داری میں مبتلا کرتے ہیں۔

بہر حال نفس مسئلہ پر مذکورہ بالا آیت بطور نص کے ہے۔ اس کے بعد مزید کچھ کہنے کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔